امام احمد رضا اور فن اسماء الرجال

مقالہ نگار

مفتی سراج احمد قادری مصباحی (سیتامڑھی: بہار)

حضرت مولانا مفتی سراج احمد قادری مصباحی بن عبدالحلیم صاحب ۸: ستمبر ۱۹۹۲ء کو سیتامڑھی (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقائی مدارس میں پائی۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں شعبہ فضیلت کی سند و دستار حاصل کی، پھر دو سال تک جامعہ اشرفیہ میں شعبہ تحقیق فی الحدیث کی تکمیل اور افتا کی تربیت پاکر ۲۰۱۶ء میں فراغت حاصل کی۔ دار العلوم شاہ عالم (احمد آباد: گجرات) میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ متعدد عربی کتابوں کے اردو تراجم کیے۔ متعدد کتابوں میں تحقیق و تخریج اور حاشیہ نگاری کی خدمت انجام دی۔ متعدد کتابیں تالیف فرمائی۔ مختلف موضوعات پر مضامین و مقالات کی تعداد بھی قریباً ایک درجن ہے۔

رابطہ نمبر: 6355155781

امام احمد رضا اور فن اسماء الرجال

فن اسماء الرجال کی تعریف:

یہ وہ علم ہے جس کے اندر رجال حدیث وراویان حدیث کے احوال وکوائف مثلاً حسب ونسب، علم وفضل، حفظ وذکاوت، ثقہ وغیر ثقہ، پیدائش ووفات، اسفار ورحلات وغیرہ کے متعلق بحث ہوتی ہے اور پھر راویوں کے مراتب اور احادیث کی صحت وضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔

فن اسماء الرجال کی تعریف علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”التعریف بالوقت الذی تضبط به الاحوال في المواليد والوفيات، ويلتحق به ما يتفق من الحوادث والوقائع التي ينشأ عنها معان حسنة من تعديل وتجريح ونحو ذلک“

(فتح المغیث، ج:۴، ص:۳۰۹، دارالامام الطبری)

ترجمہ: اس وقت کی معرفت کا نام تاریخ ہے جس کے ساتھ ولادت ووفات کے حوالے سے احوال ضبط کیے جاتے ہیں اور اس سے ملحق وہ واقعات وحوادث بھی ہیں جن سے عدالت وجرح اور کوئی خوبی ظاہر ہو۔

فن اسماء الرجال کا موضوع:

ڈاکٹر محمد الصباغ اپنی کتاب ”الحدیث النبوی مصطلحہ، بلاغتہ، کتبہ“ میں اس فن کے موضوع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وموضوعه البحث في رواة الحديث وتاريخهم وكل ما يتعلق بشؤونهم ونشأتهم وشيوخهم وتلامذتهم ورحلاتهم ومن اجتمعوا به أو من لم يجتمعوا به من اهل عصرهم، ومركزهم العلمي في عصرهم وعاداتهم وطبائعهم وأخلاقهم، وشهادة عارفيهم لهم او عليهم، وسائر ما له صلة بتكوين الثقة والحكم عليهم جرحا او تعديلا“.

(محمد الصباغ، الحدیث النبوی مصطلحہ، بلاغتہ، کتبہ، ص:۱۹۲، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ: اس علم کا موضوع راویان حدیث، ان کی تاریخ اور ہر وہ امور جوان کی زندگی کے نشیب وفراز سے متعلق ہو، ان کے شیوخ، تلامذہ، اسفار علمیہ، ان کے زمانے میں سے کسی کا اتفاق کرنا یا نہ کرنا، ان کے زمانے میں ان کا علمی مرکز، عادات واخلاق وطبائع اور محدثین کا ان کے حق یا ان کے خلاف میں شہادۃ اور ہر اس وصف سے بحث کرنا ہے کہ جس کا ان کی ثقاہت یا مجروح وعادل ہونے سے متعلق ہو۔

فن اسماء الرجال کی غرض وغایت:

یہ ہے کہ حدیث کے راویوں کے احوال کی تحقیق وتفتیش کی جائے کہ وہ قابل اعتماد ہے یا نہیں اگر لائق اعتبار ہے تو اس سے حدیث لے لی جائے ورنہ اسے ترک کر دیا جائے۔ ہمارے دین کے بنیادی احکام کا مدار قرآن کے بعد یہی حدیث رسول ﷺ ہے اگر ہم نے راویوں کی چھان بین نہ کی اور جس سے چاہا اس سے روایت قبول کر لی تو ممکن ہے کہ ہمارے دین میں وہ باتیں بھی شامل ہو جائیں گی جن کی کوئی اصل نہیں اور پھر دین میں اصل وبے اصل امور داخل ہو جائیں گے نتیجہ کے طور پر دین کے اندر فساد وبگاڑ کا خدشہ کیا جانے لگے گا۔

فن اسماء الرجال کی تاریخ:

نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات کی حفاظت وصیانت کرنا مسلمانوں کے اہم دینی فرائض سے ہے، کیوں کہ کتاب اللہ کے بعد احکام شرعیہ کی دوسری اصل اور بنیاد حدیث رسول ﷺ ہی ہے، اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے اصحاب رسول ﷺ کو چنا، انھوں نے کلمات نبویہ کو اپنے قوی حافظول اور محکم سینوں میں محفوظ رکھا اور امانت ودیانت کے ساتھ بعد والوں کو یہ گراں قدر امانت، جلیل الشان ذخیرہ اور اہم علمی سرمایہ سپرد فرمایا۔

حدیث کو روایت کرنے والے جب تک صحابہ کرام تھے اس فن کی کوئی ضرورت نہ تھی پھر جب افتراق وانتشار رونما ہوئے اور فتنے، فسادات عام ہوئے ، اختلاف وانتشار وبدعات کا آغاز ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی طرف غلط باتیں منسوب ہونے لگی ،ضعفاء کی تعداد میں اضافہ ،اسباب ضعف میں تنوع، دروغ گوئی کی کثرت ہوئی تو کچھ ہوس پرستوں نے اپنے ناپاک مقاصد کے لیے اس اہم علمی سرمایہ میں ردوبدل اور تحریف کی ناپاک کوششیں کیں تاکہ مسلمانوں کا تعلق اسلام سے کمزور کرکے اسلام کو نیست ونابود کردیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان علمی ودینی سرمایہ کی نگہداشت کے لیے ایسے اسباب ووسائل مہیا فرمایا کہ ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور ان کی ساری آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔

چنانچہ ایسے ائمہ جرح وتعدیل پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی جفاکش اور جہد پیہم محنت سے اس عظیم سرمائے کی ایسی حفاظت فرمائی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا، راویان حدیث کے احوال وکوائف کو جانچنے کے لیے اصول مقرر کئے اور ان پر نقد وجرح کے لیے ایک معیار قائم کیا جس کے ذریعہ صحیح ،ضعیف، اصل اور بے اصل روایتوں میں فرق کیا جاسکے اور خواہش پرستوں کی ہوس پرستی کا دروازہ بند کیا جاسکے، پھر رفتہ رفتہ اسے ایک فن کی حیثیت حاصل ہوئی جسے محدثین کے عرف میں ''فن اسماء الرجال وفن جرح وتعدیل'' کہا جانے لگا۔

رجال حدیث کا علم علوم حدیث کے اہم علوم سے ہے اس لیے کہ علم حدیث میں متن وسند سے بحث ہوتی ہے اور سند میں مذکور لوگ ہی رجال حدیث کہلاتے ہیں اس لیے اس فن کے ماہرین نے اس علم کا کافی اہتمام فرمایا ہے۔ اسانید پر کلام ،راویوں کے حالات زندگی کی تحقیق وتفتیش اور ان پر جرح وتعدیل کے اعتبار سے حکم لگانے کا کام بھی شروع ہوا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس فن کا آغاز کب سے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فن کا آغاز صحابۂ کرام کے زمانے سے ہی ہو چکا تھا روایت لینے کے وقت یہ دیکھا جاتا تھا کہ روایت کرنے والا اہل سنت سے ہے یا اہل بدعت سے اگر اہل سنت سے ہوتا تو اس کی روایت قبول کر لی جاتی اور اگر اہل بدعت سے ہوتا تو قابل رد قرار دیا جاتا۔جیسا کہ حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''لم يكونوا يسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر الىٰ أهل السنة فيوخذ حديثهم وينظر الى اهل البدع فلا يوخذ حديثهم''
(مقدمہ،صحیح مسلم،ص:۱۱)

لوگ پہلے سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے مگر جب فتنہ (شہادت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رونما ہوا تو لوگوں نے کہا: ہم سے اپنے رجال کے نام بتائیے تو اگر رجال حدیث اہل سنت سے نظر آتے تو ان کی حدیث لی جاتی اور اگر اہل بدعت سے ہوتے تو ان کی روایت کی ہوئی حدیث نہیں لی جاتی۔

اس عبارت سے پتہ چلا کہ اس فن کا آغاز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے ہی ہو چکا تھا کیوں کہ عبارت ''الفتنة'' سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے۔ جب کہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس فن کا آغاز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے شروع

ہوا۔اس روایت کا مفہوم یہ ہے:حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ حضرت موسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)تشریف لائے،خوفزدہ لگ رہے تھے،فرمایا:میں نے حضرت عمر کی بارگاہ میں تین مرتبہ جانے کی اجازت چاہی پر مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں لوٹ آیا،لوٹ ہی رہا تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ کس بات نے تمہیں روک رکھا ہے میں نے کہا تین بار اجازت طلب کی لیکن مجھے اجازت نہ ملی اس لیے میں واپس ہوگیا۔اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس ہوجائے۔حضرت عمر نے فرمایا:قسم بخدا اس پر بینہ قائم کروکیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے اس حدیث کو نبی اکرم ﷺ سے سنی ہو۔ابی بن کعب نے کہاقسم بخدا تمہارے ساتھ وہی کھڑا ہوگا جو قوم میں سب سے کم سن ہے،حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ میں ہی سب سے کم عمر والا تھا میں ان کے ساتھ اٹھا اور حضرت عمر کو بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا۔(محمد بن اسماعیل بخاری،صحیح البخاری کتاب الاستئذان،ص:۹۲۳،ج:۲،مجلس برکات)

امام ابن حبان فرماتے ہیں:فأول من فتش عن الرجال وبحث عن النقل فی الاخبار عمر بن الخطاب وابو موسی اشعری.(مقدمہ المجروحین،ج:۱،ص:۳۸)سب سے پہلے رجال کے بارے میں تفتیش اور روایت احادیث میں تحقیق حضرت عمر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کی ہے۔

فن اسماء الرجال کے ماہرین:

فن کے چند مشہور ماہرین درج ذیل ہیں:

(۱)اوزاعی عبدالرحمٰن بن عمرو(م۱۵۷ھ)
(۲)شعبہ بن حجاج(م۱۶۰ھ)
(۳)سفیان ثوری(م۱۶۱ھ)
(۴)عبداللہ بن مبارک(م۱۸۱ھ)
(۵)وکیع بن جراح(م۱۹۷ھ)
(۶)سفیان بن عیینہ(م۱۹۸ھ)
(۷)یحییٰ بن سعید قطان(م۱۹۸)
(۸)محمد بن سعد کاتب واقدی(م۲۳۰)
(۹)یحییٰ بن معین(م۲۳۳)
(۱۰)علی بن مدینی(م۲۳۴)
(۱۱)احمد بن حنبل(م۲۴۱)
(۱۲)محمد بن اسماعیل بخاری(م۲۵۶)
(۱۳)مسلم بن حجاج قشیری(م۲۶۱)
(۱۴)احمد بن عبداللہ عجلی(م۲۶۱)
(۱۵)ابوزرعہ عبدالکریم رازی(م۲۶۴)
(۱۶)ابوحاتم محمد بن ادریس رازی(م۲۷۷)
(۱۷)ابوعبدالرحمٰن نسائی(م۳۰۳ھ)
(۱۸)ابن ابی حاتم رازی(م۳۲۷ھ)
(۱۹)ابوحاتم محمد بن حبان بستی(م۳۵۴ھ)
(۲۰)ابواحمد بن عدی(م۳۶۵ھ)
(۲۱)ابوالحسن دارقطنی(م۳۸۵ھ)
(۲۲)ابوعبداللہ حاکم(م۴۰۵ھ)
(۲۳)ابوبکر بیہقی(م۴۵۸ھ)
(۲۴)خطیب بغدادی(م۴۶۳ھ)
(۲۵)ابن عبدالبر(م۴۶۳ھ)
(۲۶)ابوالقاسم ابن عساکر(م۵۷۱ھ)
(۲۷)ابن جوزی(م۵۹۷ھ)
(۲۸)عبدالغنی مقدسی(م۶۰۰ھ)
(۲۹)ابوعمرو بن الصلاح(م۶۴۳ھ)
(۳۰)ابوحجاج مزی(م۷۴۲ھ)
(۳۱)ابوعبداللہ ذہبی(م۷۴۸ھ)
(۳۲)حافظ ابن حجر عسقلانی(م۸۵۲ھ)
(۳۳)بدرالدین عینی(م۸۵۵ھ)۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ سارے ماہرین کا تذکرہ کیا جائے البتہ ہم نے چند مشہور ماہرین کو ذکر کر دیا ہے۔ان ماہرین کا تفصیلی خاکہ جاننے کے لیے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ''، حاجی خلیفہ کی کتاب ''کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون''، علامہ کتانی کی کتاب ''الرسالۃ المستطرفۃ'' کا مطالعہ کیا جائے۔

محمد بن الصباغ اپنی کتاب میں چند ماہرین کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''ومن الذین اشتغلوا بهذا العلم البخاری والخطیب البغدادی والحافظ المزی والحافظ الذهبی والحافظ ابن حجر'' (محمد الصباغ، الحدیث النبوی مصطلحہ، بلاغتہ، کتبہ، ص:۱۹۳، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۰۱ھ)

فن کی اہم کتابوں کا اجمالی تذکرہ: (۱) تاریخ کبیر امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲) کتاب الجرح والتعدیل امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس ابو محمد بن ابی حاتم الرازی (۳) کتاب الکامل فی اسماء الرجال امام عبد الغنی بن عبد الواحد مقدسی (۴) الکامل فی ضعفاء الرجال امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی (۵) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال امام یوسف بن الزکی المزی ۔یہ کتاب عبد الغنی مقدسی کی کتاب الکمال فی اسماء الرجال کی تہذیب ہے (۶) میزان الاعتدال امام محمد بن احمد الذہبی (۷) تہذیب التہذیب امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۔ یہ یوسف المزی کی تہذیب کی تہذیب ہے ابن حجر عسقلانی نے اصل کتاب کا مختصر خلاصہ بھی لکھا جو تقریب التہذیب کے نام سے مشہور ہے۔(۸) لسان المیزان امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۹) (۱۰) البدایہ والنھایہ ابن کثیر (۱۱) سیر اعلام النبلاء امام ذہبی (۱۲) تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی (۱۳) طبقات الحفاظ امام سیوطی (۱۴) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ابو محمد عبد القادر بن ابو الوفا محمد بن محمد بن نصر قریشی مصری (۱۴) التاریخ امام علی بن مدینی (۱۵) المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ابن جوزی (۱۶) تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام امام ذہبی۔

اعلیٰ حضرت اور فن اسماء الرجال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی چودھویں صدی کی اس عظیم ترین علمی، اور عبقری شخصیت کا نام ہے کہ جن کی نظر عمیق اور روشن نگاہ پچاس سے زائد علوم وفنون کو حاوی تھی۔آپ علم تفسیر، اصول تفسیر، رسم خط قرآن، حدیث، اسانید حدیث، اصول حدیث، تخریج حدیث، جرح وتعدیل، اسماء الرجال، لغت حدیث، فقہ، اصول فقہ، رسم المفتی، فرائض تجوید، عقائد وکلام، مناظرہ، فضائل، سیر، مناقب، تاریخ، تصوف، سلوک، ادب، نحو، صرف، لغت، عروض، تعبیر، اوفاق، تکسیر، جفر وغیرہ علوم وفنون کے جامع تھے۔
لیکن ان سب علوم وفنون میں آپ کی علمی اور فنی تحقیقات سے قطع نظر ہم اس مقالے میں فن اسماء الرجال کے حوالے سے گفتگو کریں گے اور اس بات کا ثبوت فراہم کریں گے کہ واقعی بلا شک وشبہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم فقیہ، مدبر، مفکر کے ساتھ ساتھ ایک عظیم محدث اور فن اسماء الرجال میں زبردست مہارت بھی رکھتے تھے، آپ علم حدیث اور فن اسماء الرجال میں ہر حیثیت سے یگانۂ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے۔

فن میں مہارت کا علمائے ملت کا اعتراف:

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
علم حدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر، علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب التہذیب اور تہذیب التہذیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا

۔یحییٰ نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یحییٰ کے طبقہ واستاذ وشاگرد کا نام بتادیا تو اس فن کے خود اعلیٰ حضرت موجد تھے کہ طبقہ واسماء سے بتادیتے تھے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علم مطالعہ کی وسعت اور خداداد علمی کرامت۔(محدثین عظام حیات وخدمات،ص:۶۷۶،بحوالہ خطبۂ صدارت، ناگپور،۱۳۷۹ھ)

صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت علم حدیث میں فرد تھے اپنا ہمتا نہ رکھتے تھے اور علم رجال میں ان کو وہ دست گاہ حاصل تھی کی ایک ایک راوی حالات نوک زبان پر تھے اور معنی میں بحث ناسخ ومنسوخ کی تمیز یہ تو ان کا خاص فن تھا(ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۷ء ص:۳۴)

فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت سے علوم فنون کے ساتھ حدیث شریف میں بھی بصیرت کاملہ اور مہارت تامہ حاصل تھی۔(جامع الاحادیث ج:۱،ص:۲۴،مقدمہ)

رئیس القلم علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پاک ہند کے فقہا اور محدثین میں علم وتحقیق کے اعتبار سے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو وہ ہمالہ کی حیثیت رکھتی تھی۔اس قدر جامع العلوم، وسیع النظر اور کثیر التصانیف اور متبحر ان کے دور سے لیکر آج تک کوئی دوسرا عالم نظر نہیں آتا۔طرق حدیث، مراتب احادیث، اسماء الرجال، فقہ کے متون، شروح اور حواشی پر ان کی نظر اتنی وسیع ہے کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے بڑے بڑے علما حیران رہ جاتے ہیں(جامع الاحادیث ج:۱ص:۲۶،مقدمہ)

محمد بن اسحاق کے متعلق افادات:

۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فتویٰ تحریر فرمایا تھا جس میں آپ نے دلائل وبراہین سے یہ ثابت فرمایا کہ جمعہ کے دن اذان خطبہ خارج مسجد منبر کے سامنے دی جائے اور اس کے ثبوت میں آپ نے ابوداؤد شریف کی ایک حدیث بھی نقل فرمائی جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اذان خطبہ عہد رسالت میں مسجد کے باہر دروازے پر دی جاتی تھی۔

(سنن ابی داؤد،ص:۱۵۵،ج:۱،باب النداء یوم الجمعہ،مجلس برکات)

سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کے اس فتویٰ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ساقط الاعتبار، ناقابل عمل ہے وجہ صرف یہ کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جن پر رافضی ہونے کے تہمت ہے لہذا حدیث غیر معتبر اور یہ فتویٰ ناقابل تسلیم۔

امام احمد رضا نے مخالفین کی اس افترا پردازی اور بے اصل و بے بنیاد باتوں کی عقدہ کشائی کے لیے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نا"شمائم العنبر فی آداب النداء امام المنبر".ہے آپ نے اس کتاب کے اندر محمد بن اسحاق پر جو جرح کی گئی تھی اس کا رد بلیغ فرمایا اور ان کی تعدیل وتوثیق میں تحقیقات کے ایسے دریا بہائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ذیل میں کچھ اقتباسات پیش کیئے جارہے ہیں پڑھیئے اور امام احمد رضا کی حدیث دانی، راویان حدیث پر عمیق نظری اور فن اسماء الرجال میں مہارت کا اندازہ لگایئے۔

"محمد بن اسحاق ثقة صدوق امام قال شعبة وابو زرعة والذهبي و ابن حجر:صدوق وقال الامام ابن المبارک انا وجدناه صدوقا،انا وجدناه صدوقا، انا وجدناه صدوقا"

(علامہ ابن حجر عسقلانی،تہذیب التہذیب،ص:۵۰۷،ج

:۳،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(کتاب الثقات لا بن حبان،ص:۲۳۶،ج:۴،دار الکتاب العلمیہ، بیروت)

محمد بن اسحاق قابل بھروسہ،نہایت سچے امام ہیں۔ان کے بارے میں امام شعبی ،ابوزرعہ اور ابن حجر نے فرمایا یہ بہت سچے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ہم نے انہیں صدوق پایا،ہم نے انہیں صدوق پایا،ہم نے انہیں صدوق پایا۔

"تلمذ له أئمة أجلاء كابن المبارك وشعبة وسفيان الثوری وابن عيينة والامام ابی یوسف واكثر عنه في كتاب الخراج له. وقال ابو زرعة الدمشقي أجمع الكبراء من أهل العلم على الاخذ عنه قال وقد اختبره أهل الحديث فرؤه صدقا وخيرا"۔

(علامہ ابن حجر عسقلانی،تہذیب التہذیب ، ص:۵۰۵، ج:۳،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام عبداللہ بن مبارک ۔امام شعبہ اور سفیان ثوری اور ابن عیینہ اور امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج"میں بہت زیادہ روایتیں کیں اور ان کی شاگردی اختیار کی۔امام ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا:اجلہ علما کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدوق وخیر پایا۔

وقال ابن عدی:لم يتخلف فی الرواية عنه الثقات والا ئمة ولا بأ س به.

(امام ذہبی،میزان الاعتدال،ج:۳،ص:۴۷۴،دار المعرفۃ، بیروت)ابن عدی نے کہا: آپ کی روایت میں ائمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

"وقال علی ابن المدینی :ما رأيت احدا يتهم ابن اسحاق "

(تہذیب التہذیب ص:۵۰۵،ج:۳،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام علی بن المدینی نے کہا: کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا۔

وقال سفيان بن عيينة :" جالست ابن اسحاق منذبضع سنين وسبعين سنة وما يتهمه احدمن اهل المدينة ولا يقول فيه شيئاً "(علامہ ابن حجر عسقلانی،تہذیب التہذیب،ص:۵۰۵،ج:۳،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں: میں ستر سال سے زیادہ ابن اسحاق کی خدمت کرتا رہا اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا،نہ ان پر کچھ تنقید کی۔

وقال ابو معاوية :كان اسحق من احفظ النا س"

(تہذیب التہذیب ص:۵۰۴،ج:۳،موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابومعاویہ نے فرمایا:ابن اسحاق لوگوں میں سب سے زیادہ یادرکھنے والے تھے۔

وقال الامام ابن معين :"الليث بن سعد اثبت فی يزيد بن ابی حبيب من محمد بن اسحاق "

(میزان الاعتدال،ج:۳،ص:۴۷۳،دار المعرفۃ، بیروت)

اور امام ابن معین نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب سے روایت کرنے والوں میں لیث بن سعد ابن اسحاق سے زیادہ ثبت ہے۔

قلت ويزيد هذا كما قال ابن يو نس روی عنه الا كابر من اهل مصر ،قلت كعمرو بن الحارث ،و حيوة بن شريح ،وسعيد بن ابی ايوب ، والليث بن سعد نفسه كلهم ثقات ، اثبا ت ، اجلاء ، ويحی بن ايو ب الغافقی صدوق ، خمستهم من رجال الشيخين وعبدالله بن لهيعة صدوق حسن الحديث علیٰ ما استقر الامر عليه وعبد الله بن عياش كلا هما من رجال مسلم ومن غيرهم سليمٰن التيمی البصری وزيد بن

ابی انیسیة ثقتان من رجال الصحیحین وعبد الحمید بن جعفر المدنی الصدوق من رجا ل مسلم وآخرون کثیرون ،ففی ھذا تفضیل لا بن اسحاق علیھم جمیعا.

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ان یزید بن حبیب سے اکابر علماے مصر نے روایت کی جیسے عمرو بن حارث، حیٰوۃ بن شریح ،سعید بن ابی ایوب اور خود لیث بن سعد۔ یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں اور پا نچویں یحییٰ بن ایوب غافقی صدوق ہیں اور یہ پانچوں رجال شیخین میں سے ہیں۔عبداللہ بن لہیعہ صدوق اور حسن الحدیث ہے ان کے با رے میں ائمہ حدیث کی رائے اسی امر پر مستقر ہوئی اور عبداللہ بن عیا ش یہ دونوں مسلم کی راویوں میں سے ہیں ان کے علاوہ سلیمان تیمی بصری، زید بن ابی انیسہ دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں اور عبدالحمید بن جعفر مدنی صدوق رجال مسلم میں سے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد ہیں۔تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق ان سب سے افضل ہیں۔

وقا ل الامام شعبة :"لو کان لی سلطا ن لا مرت ابن اسحا ق علی المحدثین" (میزان الاعتدال،ج:۳،ص:۴۷۳،دارالمعرفۃ،بیروت)

امام شعبہ نے فرمایا: میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا۔

وقا ل ایضا :"محمد بن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث"

(تہذیب التہذیب ، ج: ۳،ص:۵۰۶ ،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)اور فرمایا کہ محمد بن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

وفي روایة عنـه قیل له لم قا ل لحفظه وفي اخریٰ عنه لو سوّد احد فی الحدیث لسود محمد بن اسحاق"

(تہذیب التہذیب ،ج:۳،ص:۵۰۶ موسسۃ الرسالۃ، بیروت)ایک روایت میں کہ کسی نے ان سے پوچھا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ تو حضرت شعبہ نے فرمایا: ان کی حفظ کی وجہ سے دوسری روایت میں ہے: محدثین میں سے اگر کوئی سردار ہوسکتا ہے تو وہ محمد بن اسحاق ہیں۔

وقا ل علي بن المدیني: مدار حدیث رسول الله ﷺ علیٰ ستة فذکرھم ثم قا ل فصار علم الستة عند اثنی عشر فذکر ابن اسحاق فیھم" ۔(تہذیب التہذیب ،ج:۳،ص:۵۰۶ موسسۃ الرسالۃ، بیروت) علی بن المدینی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں۔ پھر ان سب کے نام گنوائے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہوئیں اور ابن اسحاق ان بارہ میں ہیں۔

وقا ل الامام الزھری :"لا یزا ل بالمدینة علم جسم ما کان فیھا ابن اسحا ق"

(تہذیب الکمال،ج:۱۶،ص:۷۴،دارالفکر، بیروت)

امام زہری فرماتے ہیں: مدینہ مجمع العلوم رہے گا جب تک یہاں محمد بن اسحاق رہیں گے۔

"وقد کا ن یتلقف المغازی من ابن اسحاق مع انه شیخه وشیخ الدنیا فی الحدیث"

(تہذیب التہذیب ،ج:۳،ص:۵۰۵ ،موسسۃ الرسالۃ، بیروت) آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحاق پر ہی بھروسا کرتے تھے باوجود یکہ آپ حدیث میں ان کے استاذ تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔

وقا ل شیخ الآخر عا صم بن عمربن قتادہ :"لا یزال فی الناس علم ما بقی محمد بن اسحاق"

(تہذیب الکمال،ج:۱۶،ص:۷۴،دارالفکر، بیروت)

ابن اسحاق کے دوسرے استاذ عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا: جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں دنیا میں تمام علوم باقی رہیں گے۔

وقا ل عبد اللہ بن فا ئد:"کنا نجلس الی ابن اسحاق فا ذا اخذا فی فن من العلم ذھب المجلس

بذلک الفن"

(میزان الاعتدال، ج:۳،ص:۴۷۲، دارالمعرفۃ، بیروت)

عبداللہ بن فائد نے کہا: ہم لوگ ابن اسحاق کی مجلس میں ہوتے تھے تو جس فن کا تذکرہ شروع کردیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی۔

وقال ابن حبان :"لم یکن احد بالمدینۃ یقارب ابن اسحاق فی علمہ ولا یوازیہ فی جمعہ وھو من احسن الناس سیاقا للاخبار"

(تہذیب التہذیب ،ج:۳،ص:۵۰۷،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابن حبان نے کہا: مدینہ میں کوئی علمی مجلس حدیث کی ہو یا دیگر علوم وفنون کی ابن اسحاق کی مجلس کے ہمسر نہ ہوتی اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اورلوگوں سے آگے تھے۔

وقال ابو یعلیٰ الخلیل:"محمد بن اسحاق عالم کبیر واسع الروایۃ والعلم ثقۃ"

(تہذیب التہذیب ،ج:۳،ص:۵۰۷ ،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابویعلیٰ خلیل نے فرمایا: محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث تھے۔روایت میں وسیع العلم اور ثقہ تھے۔

وکذالک قال یحییٰ بن معین و یحییٰ بن یحییٰ وعلی بن عبد اللہ (ھو ابن المدینی شیخ البخاری) وأحمد العجلي ومحمد بن سعد وغیرھم :ان محمد بن اسحاق ثقۃ.

(میزان الاعتدال، ج:۳،ص۴۷۵، دارالمعرفۃ بیروت)

اسی طرح یحییٰ بن معین، یحییٰ بن یحییٰ، علی ابن عبداللہ المدینی استاد امام بخاری، احمد عجلی، محمد بن سعد وغیرہ نے کہا: محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔

"وقال ابن البرتی :لم ار اھل الحدیث یختلفون فی ثقتہ و حسن حدیثہ"

(تہذیب التہذیب ،ج:۳،ص:۵۰۷ ،موسسۃ الرسالۃ، بیروت) حضرت ابن البرتی نے فرمایا: علم حدیث والوں میں محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کی حدیث، حدیث حسن ہے۔

وقال الحاکم عن البوشنجی :"شیخ البخاری ھوعندنا ثقۃ"

(تہذیب التہذیب ، ج :۳،ص:۵۰۷،موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اور حاکم نے بوشنجی شیخ بخاری سے روایت کی کہ ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔

وقال المحقق فی فتح القدیر :"اما ابن اسحاق فثقۃ لا شبھۃ عندنا فی ذلک ولا عند محققی المحدثین"

(فتح القدیر، ج:۱،ص:۳۷۰،کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الوتر نوریہ رضویہ سکھر)

یعنی محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: ابن اسحاق ثقہ ہیں۔اس میں نہ ہمیں شبہ ہے نہ محققین محدثین کو شبہ ہے۔

اوراق سابقہ سے یہ واضح ہو گیا کہ سیدنا امام احمد رضا نے شہادتیں ایسی پیش فرمائیں جن میں اکابر ائمہ نے امام محمد بن اسحاق کی نہ صرف تعدیل وتوثیق فرمائی بلکہ آپ پر کیے گئے طعن وتشنیع کا رد بلیغ بھی فرمایا، ان شہادتوں میں غور وفکر کرنے سے نہ صرف امام محمد بن اسحاق کی توثیق کے روشن جلوے نظر آتے ہیں بلکہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی جلالت، فنی مہارت اور اسماء الرجال میں دستگاہ تام خوب واضح ہو جاتی ہے۔

رسالہ حاجز البحرین سے کچھ مثالیں:

☆سفر کی حالت میں احناف کے نزدیک ظہر وعصر، مغرب وعشا کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں جب کہ عرفہ اور مزدلفہ میں

ان نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر سکتے ہیں۔غیر مقلدین کے شیخ میاں نذیر حسین دہلوی نے کہا کہ عرفہ ومزدلفہ کی کوئی تخصیص نہیں عرفہ ومزدلفہ کے علاوہ بھی دونمازوں کو ایک وقت میں (جمع حقیقی کے طور)پر پڑھ سکتے ہیں،اوراس نے اس کے ثبوت میں ایک کتاب ''معیار الحق'' لکھا اس کے اندر اس نے احناف کی متدل احادیث کو رد کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے رد میں ایک کتاب ''حاجز البحرین'' تحریر فرمائی، آپ نے اس کتاب میں میاں نذیر حسین کی ذہنی اختراعات اور باطل مزعومات کی اس طرح دھجیاں اڑائی کہ اس کی ساری حدیث دانی اور دعوی محدثی کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔پوری کتاب اسماء الرجال،جرح وتعدیل اور تحقیقات وتدقیقات کا عظیم ذخیرہ ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کتاب میں میاں نذیر کی اصول حدیث سے ناواقفی،اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے اصول وضوابط سے عدم واقفیت کو ظاہر کرنے کے لیے چند لطائف ذکر کیے ہیں،ان میں سے چند لطائف ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ(۱)ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی حدیث جلیل وعظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داود کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اولاً:یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری وصحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً:امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث،امام نسائی نے لا باس بہ کہا،امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی۔

تشیع اور رفض کا فرق:

ثالثاً:یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع، ملاجی کو بایں سال خوردی ودعویٰ محدثی،آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشیع ورفض میں کتنا فرق ہے۔

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلھم اللہ تعالیٰ جمیعا بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں، خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا،حالانکہ سلف میں جو تمام خلفاے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا،بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے،حالانکہ یہ مسلک بعض علماے اہل سنت کا تھا،اسی بنا پر متعدد ائمۂ کوفہ کو شیعہ کہا گیا،بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو شیعیت سے تعبیر کرتے،حالانکہ یہ محض سنیت ہے،امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس۔

حیث قال:محمد بن فضیل بن غزوان،المحدث الحافظ،کان من علماء ھذا الشان،وثقہ یحییٰ بن معین،وقال احمد:حسن الحدیث،شیعی.قلت:کان متوالیا فقط. (امام ذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ج:۱،ص:۲۹۰،فی ترجمۃ محمد بن فضیل،مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان جو کہ محدث اور حافظ ہے،حدیث کے علما میں سے تھا۔یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔میں نے کہا:صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا۔

رابعاً:ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی،کیا بخاری ومسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے،ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنھیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا:''کتاب مسلم ملآن من الشیعۃ'' دور کیوں جایئے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی

صرف بمعنی محبّ اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صیحین کے راوی ہیں۔

خامساً: اس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر وعبداللہ بن العلاء سے ابوداود نے ذکر کردی اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا۔ **ولـــکـــن الـجـهـلة لايعلمون**۔ اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملا جی نے نقل میں عارف اڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ:۲　طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داود نے ذکر کی آپ اسے یوں کہہ کر ڈال گئے کہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں، اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھئے کہ ابوداود نے **رواه ابن جابر عن نافع** کہہ کر اسے یوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں **حدثنا ابراهيم ابن موسىٰ الرازى اناعيسى عن ابن جابر** فرما کر موصول کردیا ہے **ولكن النجدية لا يبصرون**۔

بشر ابن بکر پر کلام:

لطیفہ:۳　امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے۔ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اولاً: ذرا شرم ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانی: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔ (تقریب التہذیب، ترجمہ بشر بن بکر التنیسی، ص:۴۴، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ، گوجرانوالا)

ثالثاً: محدث جی تقریب میں **ثـقـة يـغـرب** ہے (المرجع السابق) کسی ذی علم سے سیکھو کہ **فلان يغرب** اور **فلان غريب الحديث** میں کتنا فرق ہے۔

رابعا: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی غریب ومنکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو!

خامساً: باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صیحین سے ہاتھ دھو لیجیے، یا اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری ومسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً: ذرا میزان تو دیکھئے کہ **اما بشر بن بكر التنيسى فصدوق ثقة لا طعن فيه** (میزان الاعتدال، فی ترجمہ بشر بن بکر، ص:۳۱۴، ج:۱، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)

ولید بن قاسم یا ولید بن مسلم:

لطیفہ:۴　طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی۔ کہا تقریب میں **صدوق يخطي**۔

اقول اولا: مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسناد نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ **اخبرنا محمود بن خالد ثنا الوليد ثنا ابن جابر ثنا نافع الحديث**۔ (سنن نسائی، ص:۹۹، ج:۱، الوقت الذی تجمع فیہ المسافر) ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدر متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم وائمۂ ثقات وحفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود۔ ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمداللہ اس کا احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحتاً حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

الوليد بن مسلم ابو العباس الدمشقي، أحد الاعلام وعالم أهل الشام. له مصنفات حسنة، قال احمد: مارأيت في الشاميين أعقل منه. وقال ابن المديني: عنده علم كثير. قال ابو مسهر: الوليد مدلس، قلت اذا قال الوليد عن ابن جريج اوعن الاوزاعى فليس بمعتمد لانه يدلس عن كذابين، فاذا

قال حدثنا فھو حجۃ اہ ملخصا۔(میزان الاعتدال، فی ترجمہ ولید بن مسلم، ص:۳۴۷۔۳۴۸، ج:۴، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت)

ولید بن مسلم ابوالعباس دمشقی، بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک شام کا عالم ہیں، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں، احمد نے کہا ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقلمند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے۔ ابومسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا: جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابل اعتماد نہیں ہے، لیکن جب حدثنا کہے تو مستند ہے۔ اھ ملخصا

ثانیاً: بفرض غلط ابن قاسم ہی صحیح پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی، ان سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث لکھو، ابن عدی نے کہا: اذا روی عن ثقة فلابأس بہ۔(الکامل لابن عدی، فی ترجمۃ ولید بن قاسم)(وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً: ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوتے کہ ان میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق یخطی بلکہ اس سے زائد کہا ہے، کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے۔

رابعاً: صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انہیں صدوق یخطی (تقریب التہذیب، فی ترجمۃ ابن حسان الواسطی، ص:۶۸، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا) پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا کہ خلطه ابن منده بالذی قبله فوهم، وهذا ضعيف. (المرجع السابق)

ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیوں کہ یہ ضعیف ہے۔ دیکھو! صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں، ملا جی اپنی جہالت سے مردود واہیات گا رہے ہیں۔

لطیفہ:۵ حدیث صحیح نسائی وطحاوی وعیسیٰ بن ابان بطریق عطاف عن نافع کو عطاف سے معلول کیا کہ وہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یھم۔

اقول اولا: عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا، وکفی بھما قدوۃ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔

ثانیا: کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثا: صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی ان میں کس قدر ہیں۔

رابعا: بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین ان میں کوئی بھی درجۂ سکوت میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولكن الوهابية قوم يجهلون.

اسامہ بن زید عدوی یا اسامہ بن زید لیثی:

لطیفہ:۶ آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنا فهد ثنا الحماني ثنا ابن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرني نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظہ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ ہے(میزان الاعتدال، ص:۱۷۴، ج:۱، دار المعرفہ بیروت) ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشاء تعیین کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی دقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمانی حافظ کبیر یحییٰ بن عبدالحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجو انہ لا باس بہ(میزان الاعتدال، ص:۳۹۲، ج:۴، دار المعرفہ بیروت)(مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں) اور ابن نمیر کا ھو اكبر من هولاء كلهم، فاكتب عنه۔ کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اس کا والد عبدالحمید بن عبد الرحمٰن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حمانی کہلائے جاتے ہیں کما فی التقریب۔

لطیفہ:۷ روایات نسائی بطریق کثیر بن قاروندا عن سالم عن

ابیہ میں جھوٹ کو بھی گنجائش نہ ملی تو اسے یوں کہہ کر ٹالا کہ وہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرھما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اولا: شیخین کا نام کس منھ سے لیتے اور ان کی احادیث کو ارجح کہتے ہو؟ یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا۔

ثانیا، ثالثا، رابعا: یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہمی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں۔ (حاجز البحرین، فتاویٰ رضویہ ۱۱۸/۵)

نسائی کے رجال پر مفصل کلام:

لطیفہ۸: یارب! جہل جاہلین سے تیری پناہ، ملا جی تو رد احادیث وجرح ثقات وقدح صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راج میں انھیں مکابروں کی دیواریں چنی ہیں۔ حدیث نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ لہٰذا نیام حیا سے تیغ ادا نکالی اور احادیث صحاح میں تکمیل مضمون **فریقا تکذبون وفریقا تقتلون** کی یوں بنا ڈالی: ''حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے، دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک ''سلیمٰن بن ارقم'' کہ اس کی توثیق کسی نے نہیں کی، بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں **سلیمٰن بن ارقم ضعیف**، اور ایک ''خالد بن مخلد'' کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا لکھا تقریب میں **خالد بن مخلد صدوق متشیع وله افراد۔**

اقول اولا: وہی ملا جی کی قدیمی سفاہت تشیع ورفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیا: صحیحین سے وہی پرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری ومسلم وغیرھما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص استاذ اور مسلم وغیرہ کا استاذ الاستاذ۔

ثالثا: ملا جی! تم نے تو علم حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی، ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف ومتشیع وصاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، متشیع وصاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعف نہیں، صحیحین دیکھیے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع (مثل ابان بن یزید العطار، یزید بن ابی انیسہ، عبدالرحمٰن بن غزوان وغیرھم) موجود ہیں اور ''له افراد'' والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت ''**له اوهام یهم، ربما وهم، یخطی، یخطی کثیرا، کثیر الخطاء، کثیر الغلط**'' وغیرہا والے ذکر آئے، رہا ضعیف اس میں اور متروک میں بھی زمین وآسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر ومکتوب اور متابعات وشواہد میں مقبول ومطلوب ہے بخلاف متروک اس معنی اور اس کے متعلقات کی تحقیقات جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ ''الهاد الکاف فی حکم الضعاف'' میں مطالعہ کیجیے۔ اور سر دست اپنی مبلغ علم ''تقریب'' ہی دیکھیے کہ ضعیف درجۂ ثامنہ اور متروک اس کے دو پایہ نیچے درجۂ عاشرہ میں ہے۔ خود بعض ضعفا رجال شیخین میں اگرچہ متابعۃ یا یوں بھی واقع جس سے ان کا نامتروک ہونا واضح۔

مثلا (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبدالکریم (۴) اشعث (۵) زمعہ (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبدالرحمٰن (۸) احمد (۹) ابی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مجہول ہے، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔ عبدالکریم کے لیے مزی نے تہذیب میں ''خت'' کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ ''خ'' سے مراد بخاری اور ''ت'' سے مراد تعلیق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقا لی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متابعۃً روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح ''خ'' ہے (''خت'' نہیں) چنانچہ

حافظ نے پہلے تو عبدالکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے، پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلیق کے طور پر۔(محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے۔ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لیے ہم نے بھی اس کے نام پر ''خ'' کی علامت لگائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردد ہے اس لیے ''خ'' کو ہم نے ''م'' کے بعد لگایا ہے (''م'' سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فلیح، عباد اور ان جیسے اور کئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے، اس لیے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالیٰ اعلم)

رابعاً: یہ سب کلام ملا جی کی غیبی بول عیبی احکام مان کر تھا، حضرت کی اندرونی حالت دیکھئے تو پھر حسب عادت جو رواۃ حدیث بےنسب ونسبت پائے ان میں جہاں تحریف وتصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے، سند میں تھا، ''عن شعبۃ عن سلیمان'' اب ملا جی اپنی مبلغ علم ''تقریب'' کھول کر بیٹھے، رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو، لہٰذا وہاں بس نہ چلا، سلیمان کو دیکھا تو پہلی بسم اللہ یہی ''سلیمٰن بن ارقم'' ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود۔

ملا جی! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا، یہ جبروتی حکم آپ نے کس دلیل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے؟ سچے ہو تو برہان لاؤ، ورنہ اپنے کذب وعیب رجم بالغیب پر ایمان '' قل هاتوا برهانكم ان كنتم صٰدقين'' حق طلباں کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث ''اعمش عن عمارۃ عن عبدالرحمٰن عن عبداللہ'' ہے بخاری مسلم ابوداود و نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارۃ ''بطریق امام اعمش'' ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث وابی معاویۃ وجریر کلھم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی ''بطریق داود عن الاعمش عن عمارۃ'' اس کے بعد سن چکے۔

پنجم نسائی کتاب الصلوۃ میں ہے:

أخبرنا قتيبة ثنا سفيان نا الاعمش عن عمارة الخ. (سنن النسائی، الجمع بین المغرب والعشا)

ششم نسائی مناسک میں ہے:

أخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو معاوية عن الاعمش عن عمارة الخ (سنن النسائي، ص: ٤٦، ج: ٢، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ہفتم سنن ابی داود میں ہے:

حدثنا مسدد ان عبد الواحد بن زياد وابا عوانة وابا معاوية حدثوهم عن الاعمش عن عمارة.

(سنن أبي داود، ص: ٢٦٧، ج: ١، الصلوۃ بجمع)

هشتم امام طحاوي حدثنا حسين بن نصر ثنا قبيصة بن عقبة والفريابى قالا ثنا سفيان عن الاعمش عن عمارة بن عمير الخ.

(شرح معانی الاثار، ص: ١١٣، ج: ١، الجمع بین الصلاتین)

یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلۂ ائمۂ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیمروز سے روشن تر، ان کا اسم مبارک سلیمٰن ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملا جی کی آنکھیں بند نہ کر دیتی تو آگے سوجھتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیمان نہیں دو ورق لوٹتے تو اسی تقریب میں تھا: سلیمٰن بن مھران الاعمش ثقة حافظ عارف بالقراءة ورع (سلیمان ابن مہران اعمش، ثقہ ہے، حافظ ہے، قراءۃ کو جاننے والا ہے، متقی ہے۔) جن حضرات کا جوش تمیز اس حد تک پہنچا ہو ان سے کیا کہا جائے کہ ان سلیمان سے راوی

بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المومنین فی الحدیث امام شعبۃ بن الحجاج جنھیں التزام کہ ضعیف لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے۔جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں مذکور وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً: حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا: اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بے دھڑک حکم لگا دیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملا جی! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے، ملا جی! تم کیا جانو کہ ائمۂ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیّز پر اکتفا کرتے ہیں، ملا جی صحابہ کرام میں عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلۂ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوفی کہے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھم، پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ صدہا ہیں، مگر جب سوید کہیں "حدثنا عبد اللہ" تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں۔محمدین کا شمار کون کرسکتا ہے مگر جب بندار کہیں "عن محمد عن شعبۃ" تو "غندر" کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا، وعلیٰ ہذا القیاس صدہا مثالیں ہیں جنھیں ادنیٰ ادنیٰ خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ملا جی! یہ خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے خلّص تلامذہ اور امام اسمٰعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں، اسمٰعیل بن مسعود کہ ان سے اور انھیں شعبہ سے اکثار روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمٰعیل کی بیسیوں روایات ان سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمٰعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمٰعیل نے نسب خالد مصرحا بیان کیا ہے۔بہت جگہ انھوں نے حسب عادت مطلق چھوڑا۔امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب وباب کچھ حاضر کروں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے نسائی شریف سے پندرہ اسمٰعیل بن مسعود عن خالد کے طریق کا ثبوت دینے کے بعد فرماتے ہیں:

کیوں ملا جی! یہ کیا دین ودیانت ہے کہ حدیثیں رد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان جزم کرتے ہوئے پلک تک نہ جھپکاؤ، وہ خدا نے خیر کرلی کہ امام نسائی نے اسمٰعیل بن مسعود کہہ دیا تھا، کہیں نرا اسمٰعیل ہوتا تو ملا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمٰعیل دہلوی موجود، ملا جی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علم حدیث کی کھلی باتوں سے جاہلانہ مخالفات، اگر دیدہ ودانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق وتلبیع باطل وتلبیس عامی واغوائے جاہل، طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدارا خدا اور رسول سے حیا کیجیے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجیے، یہ منہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجیے، حدیث کے متون وشروح واصول ورجال کی کتابیں سمجھ پڑھ لیجیے اور یہ نہ شرمایئے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔ہنسنے دو ہنستے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مرگئے جب بھی شہادت، بشرط صحت ایمان وحسن نیت۔واللہ الھادی لقلب اخبت۔

☆ حاجز البحرین میں قسم دوم نصوص خصوص کے تحت حدیث نمبر۴۴: "ما جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الا مرۃ" کے متعلق رقم طراز ہیں:

اقول: اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے اور عبد اللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم

سے اور سلیمٰن بن ابی یحیٰی لا باس بہ(اس میں کوئی نقصان نہیں ہے)ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا،رہے ابو مودود وہ عبد العزیز بن ابی سلیمن مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی التقریب۔حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا:سلیمٰن بن ابی یحییٰ حجازی روی عن ابی ابو ھریرۃ و ابن عمر ،وعنہ ابن عجلان وداود بن قیس وابو مودود وعبد العزیز بن ابی سلیمٰن،قال ابو حاتم :ما بحدیثہ باس، وذکرہ ابن حبان فی الثقات ،روی لہ ابو داود حدیثا واحدا فی الجمع بین المغرب والعشاء.

ثم اقول:بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یر ابن عمر جمع بینھما قط الا تلک اللیلۃ(ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے)مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر ﷺ روایت کریں کیا منافات ہے خصوصا یروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود ومہمل اور وہ بھی بصیغۂ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث مسند متصل کے کب معارض ہوسکتی ہے۔(حاجز البحرین فتاویٰ رضویہ۵/۲۹۰)

حدیث نمبر ۳۵ کے رجال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اقول:یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجیت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں۔

علاء کا اختلاط ہمارے نزدیک مضر نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط کے بعد لی گئی ہے۔کیوں کہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کی کتاب الصلوۃ ،باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء بن سائب ہے اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے۔مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد ابن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔

اور امام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعہ سے ہیں۔

مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا،تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک مقبول ہے،جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے،خصوصا جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ"مشائخ البخاری"میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علما نے بھی۔اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں ہے کیوں کہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔(ملخصاً حاجز البحرین فتاویٰ رضویہ۵/۲۹۱)

راوی عتبہ بن غزوان پر شاندار کلام:

رسالہ"انہار الانوار من تم صلاۃ الاسرار"میں اعلیٰ حضرت نے ایک حدیث نقل کی:

اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیسا بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ أعینونی یا عباد اللہ أعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان اللہ عبادا لا یراھم۔

اس حدیث کے ایک راوی عتبہ بن غزوان کے بارے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ راوی مجہول الحال ہے جیسا کہ تقریب میں یہ لکھا ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اقول:مگر بحمد اللہ آپ کا تقوی وعدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقۂ

ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لایعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم ﷺ کے صحابی جلیل القدر مہاجر ومجاہد غزوہ بدر ہیں، جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے ابین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین ان کے پیش نظر ہے شاید اس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی؟ **رواه الطبراني عن زيد بن علي عن عتبة بن غزوان رضي الله تعالىٰ عنه عن نبي الله** ﷺ، یا جس تقریر کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی؟ **عتبة بن غزوان بن جابر المزني صحابي جليل مهاجر بدري مات سنة سبع عشرة أه ملخصا**۔ پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزور زبان وزور جنان درجۂ صحابیت سے طبقۂ ثالثہ میں لا ڈالیے اور شمس عدالت وبدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ ومطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے ولکن صدق نبینا ﷺ **اذا لم تستحي فاصنع ماشئت** مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق واصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر دعائے حقانیت گویا تمیز کا وضوئے محکم ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار)

☆"**المحجة المؤتمنة في اٰية الممتحنة**" میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک حدیث ذکر فرمائی کہ مسجد میں ذمی کتابی کا داخلہ جائز ہے۔

اس حدیث کی سند کو امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جید فرمایا حالانکہ تقریب التہذیب میں اس حدیث کے ایک راوی ''اشعث بن سوار'' پر ضعیف ہونے کا قول کیا گیا ہے۔

اس پر امام احمد رضا قدس سرہ اپنا فیصلہ سناتے ہوئے جو کچھ لکھا اس کا مفہوم یہ ہے:

أقول: یہ سند ہمارے قاعدہ کے مطابق جید ہے اور ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول نہ چھوڑیں گے چہ جائیکہ ایک متاخر شافعی عالم کے قول کی خاطر چھوڑیں تو تقریب میں مذکور بیان تمہارے خلاف نہیں ہے یہ اس لیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حسن اس حدیث کی تخریج کرنے والے اشعث بن سوار ہیں جب کہ اشعث، شعبہ، ثوری، یزید بن ہارون وغیرہم کے اکابر شیوخ میں سے ہیں اور شعبہ کا انتخاب ان میں جن سے اس نے روایت کی ہے وہ معروف ہے۔ ذہبی نے کہا اشعث کی جلالت شان کی وجہ سے اس کے شیوخ میں سے ابواسحاق سبیعی نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اھ اور سفیان نے کہا کہ اشعث، مجالد کی نسبت زیادہ قوی ہے، اور ابن مہدی نے کہا وہ مجالد سے بلند ترین ہے جبکہ مجالد صحیح مسلم کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں اور ابن معین نے کہا میرے نزدیک اشعث زیادہ محبوب ہیں اسمٰعیل بن مسلم سے، اور امام احمد اور عجلی نے کہا وہ محمد بن سالم سے حدیث میں زیادہ مقبول ہے، اور ابن دورقی نے ابن معین سے روایت کی کہ اشعث ثقہ ہے، اور عثمان نے کہا وہ نہایت صادق ہے، ابن شاہین نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا، اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کے روایت کردہ متن کو منکر نہیں پایا، اور بزار نے کہا کہ اس کی مروی حدیث کو ترک کرنے والا صرف وہی ہے جو خود معرفت میں کمزور ہے اور ابن معین کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو ثقہ نہ ہو اور ضعف سے بالاتر ہو اور یہی حدیث حسن کی شرط ہے۔ ذہبی نے محمد بن حفصہ کے متعلق کہا کہ اس میں کچھ ضعف ہے اسی لیے ابن معین نے کبھی اس کی توثیق کی اور کبھی صالح کہا اور کبھی لیس قوی کہا اور کبھی ضعیف کہا اھ۔ اور یہ محمد نامی صحیحین کے رجال میں رہے۔ خلاصہ یہ کہ اشعث کی توثیق کی گئی اور کسی اعتراض کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا گیا بلکہ کوئی مفسر جرح اس پر قطعاً نہ ہوئی لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے تو بے شک لازمی طور پر عینی کا اس

کی سند کو جید کہنا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک اور سند پر کلام:

☆ حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ سے ایک سوال ہوا کہ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا تو زید پر اس کی بیوی حرام ہوئی یا نہیں اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ زوجۂ زید اس پر حرام ہوگئی جبکہ اس کے خلاف غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ زید پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی، اور اپنے اس موقف میں ایک حدیث شریف پیش کی وہ حدیث شریف یہ ہے: ''لا یحرم الحرام الحلال'' یعنی حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی، ج:۷، ص:۱۶۹، دار صادر، بیروت)

حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس حدیث کا علمی اور فنی جائزہ لیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یہ حدیث کس طرح مخالف کی دلیل ہو سکے جبکہ یہ سخت ضعیف و ساقط و نا قابل احتجاج ہے، بیہقی با آنکہ انتصار شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کر کے تضعیف کر دی کمافی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔

(التیسیر شرح جامع الصغیر، ج:۲، ص:۵۰۴، حرف لا)

مزید آگے فرماتے ہیں:

دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المؤمنین خود قائل حرمت، اگر اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سنے ہوتے تو خلاف کے کیا معنی تھے لا جرم امام احمد نے فرمایا نہ وہ ارشاد اقدس سید عالم ﷺ ہے نہ اثر ام المؤمنین، بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کما فی الفتح۔

روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں عثمان بن عبد الرحمٰن وقاصی ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: ''ترکوہ''. محدثین اسے متروک کر دیا۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: ''لیس بشی''، یعنی کوئی چیز نہیں۔ امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف فرمائی۔ نسائی و دار قطنی نے کہا متروک ہے۔ حتی کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''یکذب'' جھوٹ بولتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: ابن حبان نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا:

''عثمان بن عبد الرحمن هو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لا یجوز الاحتجاج به''

عثمان بن عبد الرحمٰن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کر دیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

راوی ''دراج'' پر کلام:

☆ فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت نے ایک نجدی مولوی کی تحریر نقل کی جس میں اس مولوی نے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کو ثابت کیا ہے اس کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے گئے ان میں ایک حدیث ''وعزتی وجلالی وارتفاع مکانی'' (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبہ، الفصل الثانی، ص:۲۰۴) بھی تھی اعلیٰ حضرت نے اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> وہ درّاج سے راوی ہیں اور دراج ابو الہیثم سے، میزان الاعتدال میں دراج کی توثیق صرف یحییٰ سے نقل کی۔ اور امام احمد نے ان کی تضعیف فرمائی اور ان کی حدیثوں کو منکر کہا۔ امام فضلک رازی نے کہا: وہ ثقہ نہیں۔ امام نسائی نے فرمایا: منکر الحدیث ہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن عدی نے ان کی حدیثیں روایت کر کے کہہ دیا: اور حفاظ ان کی موافقت نہیں کرتے۔ امام دار قطنی نے کہا: ضعیف ہیں اور ایک بار فرمایا: متروک ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ص:۱۶۶، ج:۲۹)

اذان خطبہ کی روایت کے رجال سند:

☆ بعض حضرات نے ایک اثر کی بنیاد پر یہ قول کیا کہ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر دی جاتی تھی خارج مسجد نہیں۔ اس اثر کو جویبر راوی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے: عن الضحاک عن برد

بـن سـنان عن مكحول عن معاذ رضى الله تعالىٰ عنه امر مـؤذنيـن ان يـؤذنـا لـلنا س الجمعة خارجا من المسجد حتـى يسمع النا س و امر ان يؤذن بين يديه كما كا ن في عهـد الـنبـى صلى الله عليه وسلمه و ابى بكر رضى الله تعا لىٰ عنه ثم قال عمر نحن ابتد عنا ه لكثرة المسلمين

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موذنوں کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز لوگوں کے لیے خارج مسجد اذان دیں تا کہ لوگ سن لیں، اور یہ حکم دیا کہ آپ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے اذان دی جائے جیسا کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں ہوتا تھا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا: ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نئی اذان شروع کی۔

اس اثر سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں نے کہا کہ اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اذان میں بین یدیہ خارج مسجد نہیں تھی۔مزید یہ کہا کہ حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی اسی طرح مسجد کے اندر ہی اذان ہوتی تھی۔اس اثر کا جواب وقت کے امام نے جو دیا اسے پڑھئے اور معلومات میں اضافہ کیجیے۔علل کی کتابوں سے آپ نے جو یبر راوی کے ضعف کو پندرہ ائمۂ جرح تعدیل کے اقوال سے ثابت فرمایا: آپ نے جو کچھ لکھا اس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

ترجمہ: ان ظالموں کو تو دیکھو کہ حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث کو تو رد کرتے ہیں بلکہ حدیث کے راوی محمد بن اسحاق پر جرح کرتے ہیں جن کی توثیق پر عام ائمہ حدیث وفقہ متفق ہیں۔اور جو یبر کے اثر سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ جو یبر اور ابن اسحاق میں رات اور صبح صادق کا فرق ہے، نہ تو تہذیب الکمال میں جو یبر کی توثیق کسی ائمہ تعدیل سے مروی، نہ تذہیب التہذیب نہ تہذیب التہذیب میں، نہ میزان الاعتدال میں، نہ لآلی المصنوعۃ، نہ علل المتناہیہ نہ خلاصۃ التہذیب مع الزیادات میں، ہے تو صرف جرح ہے، چنانچہ نسائی وعلی بن جنید اور دارقطنی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ابن معین فرماتے ہیں: کچھ نہیں ضعیف ہے۔ابن المدینی فرماتے ہیں: بے حد ضعیف ہیں۔یعقوب بن سفیان نے ان لوگوں میں شمار کیا جن سے روایت نہ کی جائے۔امام ابوداؤد نے فرمایا: وہ ضعف پر ہیں:۔ابن عدی فرماتے ہیں: ان کی حدیثوں اور روایتوں پر ضعف غالب ہے۔حاکم ابواحمد نے فرمایا: ان کی حدیثیں ضائع ہیں۔حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا: میں ان کی حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت ظاہر کرتا ہوں۔ابن حبان فرماتے ہیں: ضحاک سے الٹی پلٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔لآلی میں فرمایا: ہلاک کرنے والے، برباد کرنے والے سخت متروک ہیں۔اسی کے حاشیہ میں لسان المیز ان سے منقول ہے: محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔تقریب میں ہے: بے حد ضعیف ہیں۔احمد بن سیار نے فرمایا: تفسیر میں میں ان کا حال ٹھیک ہے اور روایت میں کمزور ہیں۔یحییٰ ابن سعید نے فرمایا: حدیث میں ان پر بھروسا نہیں کیا جاتا، روایت نہیں کی جاتی، تفسیر لکھی جاتی ہے۔اتقان میں ان کے ذکر کے بعد فرمایا: ضحاک کی روایت ابن اسحاق سے منقطع ہے اور ضحاک سے جو یبر روایت کریں تو اور شدید ہے اور یہ متروک ہے۔

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ جدید،ص:۲۶۲،ج:۲۸)

راوی علاء بن یزید پر امام کا کلام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ مزنی کی نماز جنازہ تبوک میں پڑھی جبکہ ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا۔طبقات ابن سعد میں یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے اور دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔ائمہ جرح وتعدیل نے مذکورہ دونوں راویوں پر شدید جرح فرمائی ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔جس بنا پر یہ حدیث ضعیف ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ علاء بن یزید پر کیے گئے جرح بصورت اقوال ائمہ جرح وتعدیل یوں پیش فرماتے ہیں:

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر تمام

محدثین کا اتفاق ہے۔امام بخاری وابن عدی وابوحاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔ابوحاتم ودارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔امام علی بن مدینی استاد امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گھڑ تا تھا۔ ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسی کی گھڑھی ہوئی ہے،اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔(میزان الاعتدال ص: ۹۹،ج:۳،دارالمعرفۃ بیروت)ابوالولید طیالسی نے کہا: علاء کذاب تھا۔عقیلی نے کہا:"العلاء بن یزید ثقفی لایتابعه احد علی هٰذاالحديث الا من هو مثله او دونه" علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر۔ (العلل المتناھیہ ص:۲۹۹)

ابوعمر بن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور در بارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں۔(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ)

یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں۔(فتاوی رضویہ جدید،ص:۳۵۷،ج:۹)

فن اسماء الرجال کی کتابوں پر آپ کے حواشی:

آپ نے اسماء الرجال کی درج ذیل کتابوں پر اپنے حواشی لکھے ہیں:

(۱)حاشیہ تقریب التہذیب (۲)حاشیہ تہذیب التہذیب (۳)حاشیہ الاسماء والصفات (۴)حاشیہ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ (۵)حاشیہ تذکرۃ الحفاظ (۶)حاشیہ میزان الاعتدال (۷)حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال (۸)حاشیہ خلاصۃ الوفا (۹)حاشیہ کتاب العلل المتناھیہ (۱۰)حاشیہ ترتیب طبقات (۱۱)حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال للمدراسی۔

کتب رجال پر حواشی سے چند مثالیں:

اب تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فن اسماء الرجال میں مہارت پر وہ تحقیقات وتدقیقات پیش ہوئے جو فتاوی رضویہ اور دیگر رسائل میں ضمناً مذکور ہیں۔اب چند مثالیں اور پیش کی جارہی ہیں جو کتب اسماء الرجال پر آپ کے حواشی سے مستفاد ہیں۔

مثال(۱)امام ذہبی میزان الاعتدال میں عبیداللہ بن زحر کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابومسہر نے کہا:"صاحب كل معضلة"،یحییٰ نے کہا:"حديثه عندی ضعيف"،"ليس بشيء"علی بن المدینی نے کہا:"منكر الحديث"،دارقطنی نے کہا:"ليس بالقوی،وشيخه علي متروك"ابن حبان نے کہا:"يروی الموضوعات عن الاثبات وغيره"۔اتنی جرح نقل کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:وقال ابو الزرعة الرازی:عبيد الله بن زحر صدوق.

اس پر امام احمد رضا حاشیہ میں فرماتے ہیں:اقول: عجباً منه سرد الجرح ولم يات فی التعديل الا بقول أبي زرعة ضد ان وقول ماتن لا باس به وترك ما هو اعلىٰ من ذلك وهو قول خ وت وثقته قال الترمذی فی ابواب الاستيذان قال محمد يعنی البخاری عبيد الله بن زحر ثقة اه وقد حسن له الترمذی غير ماحديث. (حاشیہ میزان الاعتدال،ص:۶،مخطوطہ)یعنی تعجب ہے کہ جرح کو تفصیل سے بیان کیا اور تعدیل میں بس ایک ابوزرعہ رازی کا قول ذکر کیا حالانکہ ماتن نے لا باس بہ کہا تھا،اور اس سے اعلیٰ امر ترک کردیا اور وہ امام بخاری اور امام ترمذی کا قول ہے،امام ترمذی نے ابواب الاستیذان میں کہا کہ امام بخاری نے عبیداللہ بن زحر کو ثقہ قرار دیا ہے،اور امام ترمذی نے ان کی متعدد حدیثوں کو حسن قرار دیا ہے۔

مثال۲:امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ۶۳۳۰ نمبر کے راوی عمرو بن اوس کے متعلق لکھتے ہیں:"عمرو بن اوس يجهل حاله".

اس پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:قلت واما عمرو بن أوس بن أبي أوس الثقفي الطائفي فتابعي كبير من الثانية من رجال الستة كما فی التقريب (حاشیہ میزان الاعتدال مخطوطہ،ص:۷)یعنی عمرو بن اوس کے متعلق امام ذہبی نے مجہول

الحال قرار دیا اس پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رہے عمرو بن اوس بن ابی اوس ثقفی طائفی تو وہ بزرگ تابعی ہیں، دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، صحاح ستہ کے رجال سے ہیں۔

مثال۳: امام ذہبی میزان الاعتدال میں ۷۳۲۴ نمبر پر محمد بن جعفر غندر کی سن وفات ۱۹۳ھ لکھتے ہیں جس پر اعلیٰ حضرت نے ۱۹۳ کے بجائے ۲۹۴ھ فرمایا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

قولہ: مات سنة ثلث وتسعين ومائة من ابناء السبعين. اقول الذى يظهر من مطالعة التقريب ان موته سنة ثلث او اربع وتسعين ومائتين لانه قال(من التاسعة)مات سنة ثلث اور اربع وتسعين ،وقد قدم فى الديباجة انه ان كان من التاسعة الىٰ آخر الطبقات فهو بعد المائتين. والله تعالىٰ اعلم. (حاشیہ میزان الاعتدال، مخطوطہ ص:۱۲)

یعنی تقریب کے مطالعہ سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ ان کی وفات ۲۹۳ یا ۲۹۴ھ میں ہوئی، اس لیے کہ تقریب میں یوں کہا کہ ان کی وفات ۹۳ یا ۹۴ میں ہوئی اور دیباچہ میں کہا کہ نویں سے آخر طبقات تک کے رجال دوسری صدی کے بعد کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مثال۴: حاشیہ ترتیب الطبقات میں ابراہیم بن یزید کے بارے میں فرماتے ہیں: قال احمد والنسائى: متروك وقال ابن معين: "ليس بثقة وقال البخارى: سكتوا عنه وقال ابن عدى يكتب حديثه"۔ (حاشیہ ترتیب الطبقات، مخطوطہ، ص:۵) احمد اور نسائی نے فرمایا کہ ابراہیم بن یزید متروک ہے، ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے، امام بخاری نے کہا کہ محدثین نے اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے، ابن عدی نے کہا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

مثال۵: اشعث بن سوار کندی کو ترتیب الطبقات میں لکھا کہ انه ضعيف۔ اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ لکھتے ہیں: بل الصواب انه حسن الحديث كما بينته فى رسالتي المحجة الموتمنة فى آية الممتحنة وقد حكم الامام العيني في عمدة القاري علىٰ حديث رواه اشعث انه سند جيد. (حاشیہ ترتیب الطبقات، مخطوطہ، ص:۷) بلکہ درست یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے، جیسا کہ میں نے اسے اپنے رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ میں بیان کر دیا ہے، امام عینی نے عمدۃ القاری میں اشعث کی روایت کردہ حدیث پر سند جید کا حکم لگایا ہے۔

مثال۶: قوله بابراهيم بن عمر: له رواية عند أبي داود والترمذى قال فى التقريب مستور وفى ميزان الاعتدال ضعفه الدار قطني وقال ابن حبان لايحل به الاحتجاج بحال وفى موضع آخر منه قال ابن عدى لا يتابعه عليها الثقات ارجوا انه لا باس به والله اعلم (حاشیہ کتاب العلل المتناہیہ مخطوطہ، ص:۳)

ترجمہ: ابراہیم بن عمر کی روایت ابو داود اور امام ترمذی کے نزدیک مسلم ہے، ابراہیم بن عمر کو تقریب میں مستور کہا اور میزان میں دارقطنی نے ضعیف قرار دیا اور ابن حبان نے کہا کہ کسی بھی حال میں اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اور ابن عدی نے کہا ثقہ راوی اس کی متابعت نہیں کرتے، میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مثال۷: قوله صالح صدوق كثير الغلط ثبت فى كتابه وكانت فيه غفلة كذا فى التقريب والصحيح ان البخارى اخرج له فى الصحيح الا انه يدلس فيقول حدثت عبد الله ولا ينسبه قال الذهبى فى الميزان۔ (حاشیہ کتاب العلل المتناہیہ مخطوطہ، ص:۸)

ترجمہ: صالح صدوق ہے، کثیر الغلط ہے، ثبت ہے۔ اس میں غفلت ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے، مگر یہ کہ یہ تدلیس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ سے حدیث روایت کی لیکن اس کی طرف منسوب

نہیں کرتا میزان میں امام ذہبی نے کہا۔

مثال:۸۔قولہ وعطاء هو من رجال البخاری والاربعة صدوق اختلط وقال احمد ثقة ثقة رجل صالح من سمع منه قديما كان صحيحا ومن سمع منه حديثا لم يكن بشي وقال ثقة في حديثه لكنه تغير ۔(حاشیہ کتاب العلل المتناہیہ مخطوطہ،ص:۹)

ترجمہ:عطا امام بخاری اور سنن اربعہ کے رجال سے ہے۔صدوق ہے،اس سے اختلاط واقع ہوا ہے،احمد نے کہا ثقہ ہے ثقہ ہے صالح مرد ہے،جس نے اس سے پہلے کی حدیث سنی وہ صحیح ہے اور جس نے بعد کی حدیث سنی وہ قلیل الروایہ ہے۔اور کہا اپنی حدیث میں ثقہ ہے البتہ متغیر ہو گیا تھا۔

مثال:۹۔قوله يحيىٰ حميد بن الربيع وقد تكلم فيه النسائي فقال ليس بشي ولكن كان احمد بن حنبل حسن الرأى فيه وكان الدار قطني يحسن القول فيه وقال احمد بن عثمان بن ابي شيبة انى اعلم الناس بحميد بن الربيع هو ثقة ولكنه شره يدلس وقال الدار قطني تكلموا فيه بلا حجة اقول فقد ثبت ان الحديث حسن ان شاء الله .قوله كان كذابا اقول والظاهر انه لم يكذب في الحديث كما حقق ۔(حاشیہ کتاب العلل المتناہیہ مخطوطہ،ص:۱۰)

ترجمہ:یحیٰ حمید بن ربیع کے بارے میں امام نسائی نے کلام کیا اور کہا کہ قلیل الروایہ ہے اور احمد بن حنبل اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور دار قطنی اس کے متعلق اچھی بات کہتے تھے،احمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ میں لوگوں میں حمید بن ربیع کو جانتا ہوں وہ ثقہ ہے لیکن قبیح تدلیس کرتا ہے۔اور دار قطنی نے کہا کہ اس کے بارے میں لوگوں کا بلا حجۃ کلام ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث حسن ہے۔اور اس کا قول کہ وہ جھوٹ بولتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث میں جھوٹے نہیں ہیں جیسا کہ یہ ثابت ہو گیا ہے۔

مثال:۱۰۔وقال ابن معين بصرى ضعفه ابن معين ووثقه غيره وذكره ابن حبان في الثقات .وقيل انه اقول به جزم الذهبي في الميزان والمنذری في الترغيب وسياتي عن المصنف اخر الترجمة ۔(حاشیہ تہذیب التہذیب،مخطوطہ،ص ا-۲)ترجمہ:ابن معین بصری کو ابن معین نے ضعیف کہا اور اس کے علاوہ نے ثقہ کہا ہے،ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ اسی پر ذہبی نے میزان میں اور منذری نے الترغیب میں جزم کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے ان مختصر حواشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجال حدیث پر آپ کی وسیع اور گہری نظر تھی۔کتب رجال پر اچھی دسترس تھی یہاں تک کے رجال کے ناموں کے ساتھ ساتھ ان کے سنین وفات بھی ذہن میں حاضر تھے۔

گزشتہ شواہد و دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ وافتا کی طرح فن اسماء الرجال اور نقد رجال حدیث میں یکتائے زمانہ اور فرد روزگار تھے بلکہ آپ اپنے زمانے میں اس فن کے بے مثال امام تھے۔

میں نے اختصاراً یہاں پر آپ کی گراں قدر تحریروں کے کچھ اقتباسات اور فنی تحقیقات و تدقیقات کے کچھ جواہر پارے پیش کیے ہیں،شروع سے آخر تک آپ کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا واضح ثبوت فراہم ہوگا کہ آپ اس فن کے امام اعظم تھے، کیوں نہ ہو کہ آپ کی تصنیفات میں جہاں احادیث مبارکہ کا بحر ذخار ملتا ہے وہیں معرفت حدیث،طرق حدیث،اور علل حدیث پر بھی لاجواب بحثیں جلوہ نما ہیں،اور اصل حدیث کے ساتھ اسناد پر شاندار وافی کافی بحثیں بھی نظر آتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح علم حدیث کے جملہ فنون میں مہارت رکھتے تھے اسی طرح فن جرح و تعدیل ہو اور فن اسماء الرجال میں بھی آپ بے مثال ناقد اور فقید المثال امام المحدثین نظر آتے ہیں۔